2

تجارت سے ملک گیری تک
کمپنی اقتدار حاصل کرتی ہے

4824CH02

اورنگ زیب آخری طاقتور مغل حکمراں تھا۔ اس نے موجودہ ہندوستان کے ایک بڑے حصّے پر اپنا اقتدار قائم کیا۔ 1707 میں اس کے انتقال کے بعد بہت سے مغل گورنروں (صوبے داروں) اور زمینداروں نے اپنی قوت آزمائی سے اپنی علاقائی حکومتیں قائم کر لیں۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں طاقت ور علاقائی حکومتوں کے ابھر آنے سے دہلی کی مرکزیت ختم ہو گئی۔

اٹھارھویں صدی کے نصف آخر تک ملک کے سیاسی افق پر برطانوی حکومت ایک نئی طاقت بن کر ابھرنے لگی تھی۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ برطانوی ابتدا میں ایک چھوٹی سی تجارتی کمپنی کی شکل میں آئے تھے اور ان کو اقتدار کی ہوس نہیں تھی؟ پھر آخر وہ ایک وسیع ملک کے مالک بن کیسے گئے؟ اس باب میں آپ دیکھیں گے کہ ایسا کیوں کر ہوا۔

شکل 1- کیپٹن ہڈسن بہادر شاہ ظفر اور ان کے بیٹوں کو قیدی بناتے ہوئے۔

اورنگ زیب کے بعد کوئی طاقتور مغل حکمراں نہیں رہا۔ لیکن مغل شہنشاہ علامتی طور سے اہمیت کے حامل رہے۔ درحقیقت جب 1857 میں برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت ہوئی تو اس وقت کے مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر از خود ایک قدرتی رہنما کے طور پر سامنے آ گئے۔ جب انگریزوں نے اس بغاوت کو کچل دیا تو بہادر شاہ کو حکومت چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اس کے بیٹوں کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

© NCERT not to be republished

ایسٹ انڈیا کمپنی کا مشرق میں داخلہ

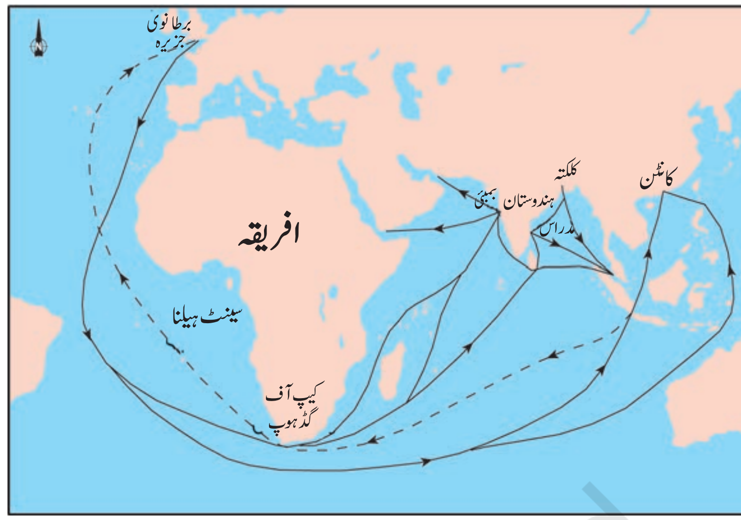

شکل 2– اٹھارھویں صدی میں ہندوستان پہنچنے کے سمندری راستے۔

1600 میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملکۂ برطانیہ الزبیتھ اوّل سے ایک فرمان حاصل کیا جس کی رو سے اسے مشرق میں تجارت کرنے کا مکمّل اختیار حاصل ہو گیا اور کسی دوسری کمپنی کو اس سے مقابلہ آرائی کا حق نہیں رہا۔ اس فرمان کی رو سے وہ سمندر پار نئے خطّوں میں اپنی تجارتی سرگرمیاں جاری رکھ سکتی تھی اور سستے داموں میں چیزیں خرید کر یوروپ میں مہنگے داموں میں فروخت کر سکتی تھی۔ اب کمپنی کو دوسری برطانوی کمپنیوں سے مقابلے کا خطرہ نہ تھا۔ اس زمانے میں **مرکنٹائل** تجارتی کمپنیاں دوسری کمپنیوں کی مقابلہ آرائی سے بچ کر ہی کامیابی حاصل کر سکتی تھیں تاکہ ارزاں خرید اور گراں فروشی کا فائدہ تنہا انھیں کو حاصل ہو۔

مرکنٹائل – ایک تجارتی کمپنی جو بنیادی طور سے ارزاں خرید اور گراں فروشی سے نفع کماتی ہے۔

لیکن یہ شاہی فرمان دوسری یورپی طاقتوں کو مشرقی بازاروں میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتا تھا۔ برطانوی جہاز براعظم افریقہ کے مغربی ساحل کو پار کر کے اور کیپ آف گڈ ہوپ کا چکّر کاٹتے ہوئے بحر ہند سے گزر کر برطانوی جہازوں کے ہندوستان پہنچنے سے پہلے پرتگالی وہاں پہنچ چکے تھے۔ حقیقت میں یہ ایک پرتگالی تفتیش کار واسکوڈی گاما ہی تھا جس نے 1498 میں ہندوستان پہنچنے کا یہ راستہ دریافت کیا تھا۔ سترھویں صدی کی ابتدا تک ڈچ (ہالینڈ والے) بھی بحر ہند کے راستے اپنے تجارتی امکانات کا جائزہ لے رہے تھے۔ جلد ہی فرانسیسی تاجر بھی اس منظر پر نمودار ہو گئے۔

مسئلہ یہ تھا کہ یہ ساری کمپنیاں ایک جیسی چیزوں کی خرید میں دلچسپی رکھتی تھیں۔ عمدہ ہندوستانی کپاس اور ریشم کی یوروپ کے بازاروں میں بڑی مانگ تھی۔ کالی مرچ، لونگ، الائچی اور دال چینی کی بھی یہاں زبردست مانگ تھی۔ یوروپی کمپنیوں کی اس تجارتی مقابلہ آرائی نے اشیا کی قیمت میں اضافہ اور فروخت کی قیمت میں کمی کر دی جس کے نتیجے میں نفع کی مقدار کم ہو گئی۔ ان کمپنیوں کی کامیابی کا واحد راستہ یہی رہ گیا تھا کہ حریف کمپنیوں کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اپنی تجارتی منڈیوں کو بچانے کے لیے ان کمپنیوں کے درمیان

زبردست معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں یہ مسلسل ایک دوسرے کے جہازوں کو سمندروں میں غرق کرتے رہے۔ ان کے راستے روکتے رہے اور تجارتی سامان کے لانے لے جانے میں رکاوٹ ڈالتے رہے۔

جنگی ہتھیاروں کے ساتھ یہ تجارت ہوتی رہی ساتھ ہی حفاظت کی غرض سے تجارتی مقامات کو فصیل بند بھی کیا جاتا رہا۔ تجارتی مقامات فصیل بندی اور نفع بخش تجارت کی دھن کے نتیجے میں ان کمپنیوں اور مقامی حکمرانوں میں بری طرح ٹھن گئی۔ اب اپنی تجارت کو سیاست سے الگ رکھنا کمپنی کے لیے مشکل ہوگیا۔ آیئے دیکھیں یہ کیسے ہوا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی بنگال میں تجارت شروع کرتی ہے

انگریزوں کا سب سے پہلا کارخانہ (فیکٹری) دریائے ہگلی کے کنارے 1651 میں قائم ہوا۔ یہ وہ مرکز تھا جہاں سے کمپنی کے تاجران جنھیں فیکٹرس (Factors) کہا جاتا تھا اپنی سرگرمیاں انجام دیتے تھے۔ کارخانے میں مال گودام ہوا کرتا تھا جہاں برآمد کی جانے والی اشیا رکھی جاتی تھیں، اور دفاتر تھے جہاں کمپنی کے افسران بیٹھا کرتے تھے۔ جیسے جیسے کاروبار بڑھتا گیا کمپنی نے تاجروں پر زور ڈالا کہ وہ کارخانہ کے اطراف رہائش اختیار کریں۔ 1696 تک کمپنی والوں نے اس نو آبادی کے گرد ایک قلعہ بنانے کا آغاز کر دیا۔ اس کے دو سال بعد انھوں نے مغل کارندوں کو رشوت دے کر تین دیہاتوں کی زمینداری کے حقوق دینے پر آمادہ کرلیا۔ ان میں ایک گاؤں کالی کا تا تھا، جو بعد میں ترقی کر کے کلکتہ بنا اور اب ''کولکاتہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ کمپنی نے مغل شہنشاہ اورنگ زیب کو بغیر محصول ادا کیے تجارت کے لیے ایک فرمان جاری کرنے پر آمادہ بھی کرلیا۔

فرمان — شاہی حکم نامہ

شکل 3- مقامی کشتیاں مدراس میں جہازوں سے سامان لاتے ہوئے، مصور ولیم سیمپسن،1867

© NCERT not to be republished

کمپنی زیادہ سے زیادہ رعایت اور موجودہ رعایتوں سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے میں مسلسل کوشاں رہی۔ مثال کے طور پر اورنگ زیب کے فرمان نے صرف کمپنی کو بلا محصول تجارت کرنے کی اجازت دی تھی۔ ان کے اہل کاروں کو جو ذاتی تجارت بھی کرتے تھے یہ رعایت حاصل نہیں تھی لیکن اسی بہانے انھوں نے تجارتی محاصل ادا کرنے بند کر دیے۔ اس سے بنگال کی مال گذاری کو زبردست خسارے سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر بنگال کا نواب مرشد قلی خاں کیوں احتجاج نہ کرتا؟

شکل 4- رابرٹ کلائیو

تجارت سے جنگوں تک

اٹھارھویں صدی کی ابتدا تک کمپنی اور بنگال کے نوابوں کے درمیان کشمکش بہت بڑھ گئی۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد انھوں نے بھی اپنی طاقت اور خودمختاری کا استعمال شروع کر دیا جیسا کہ دوسری علاقائی طاقتیں اس وقت کر رہی تھیں۔ مرشد قلی خاں کے بعد علی وردی خاں اور اس کے بعد سراج الدولہ بنگال کا نواب ہوا۔ ان میں سے ہر ایک طاقتور حکمراں تھا۔ انھوں نے کمپنی کو رعایت دینے سے انکار کر دیا۔ تجارتی محاصل بڑھا دیے۔ سکے ڈھالنے کا حق ختم کر دیا اور ان کی قلعہ بندیوں پر روک لگا دی۔ انھوں نے کمپنی پر دھوکہ دہی کا الزام لگایا اور کہا کہ کمپنی حکومت بنگال کو زبردست مالی خسارے سے دوچار کر رہی ہے اور اس طرح نوابوں کے اختیار کو سلب کر رہی ہے۔ کمپنی ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ اس کے خطوط توہین آمیز ہوتے ہیں اور یہ نواب اور اس کے افسروں کو ذلیل کر رہی ہے۔

کٹھ پتلی — ڈوریوں کے ذریعے ہلایا جانے والا ایک کھلونا۔ یہ ناپسندیدہ لفظ، ان لوگوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو دوسروں کے حکم کے غلام ہوتے ہیں۔

کمپنی نے جواباً کہا کہ مقامی اہل کاروں کے غیر منصفانہ مطالبات اس کی تجارت کو تباہ کر رہے ہیں اور یہ کہ تجارت اسی وقت ترقی کر سکتی ہے جب محاصل ختم کر دیے جائیں۔ یہ بات بھی زور دے کر کہی گئی کہ تجارت میں توسیع کے لیے مقبوضات میں توسیع، مواضعات کی خرید اور قلعوں کا استحکام اور مرمت ضروری ہے۔

اس کشمکش سے مقابلہ آرائی کی نوبت آ پہنچی جس کے نتیجے میں پلاسی کی جنگ واقع ہوئی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

کیا آپ کو معلوم ہے کہ پلاسی نام کیسے پڑا؟ یہ ''پلاشی'' کا انگریزوں کا بگاڑا ہوا تلفظ ہے۔ یہ لفظ ''پلاش'' نام کے ایک درخت سے منسوب ہے جس میں سرخ رنگ کے خوبصورت پھول لگتے ہیں جس سے گلال حاصل ہوتا ہے، جو ہولی کے تہوار میں استعمال ہوتا ہے۔

پلاسی کی جنگ

1756 میں علی وردی خاں کے انتقال کے بعد سراج الدولہ بنگال کا نواب بنا۔ کمپنی اس کی قوت سے پریشانی میں مبتلا تھی۔ اسے ایک کٹھ پتلی حکمراں کی تلاش تھی جو اسے تجارتی

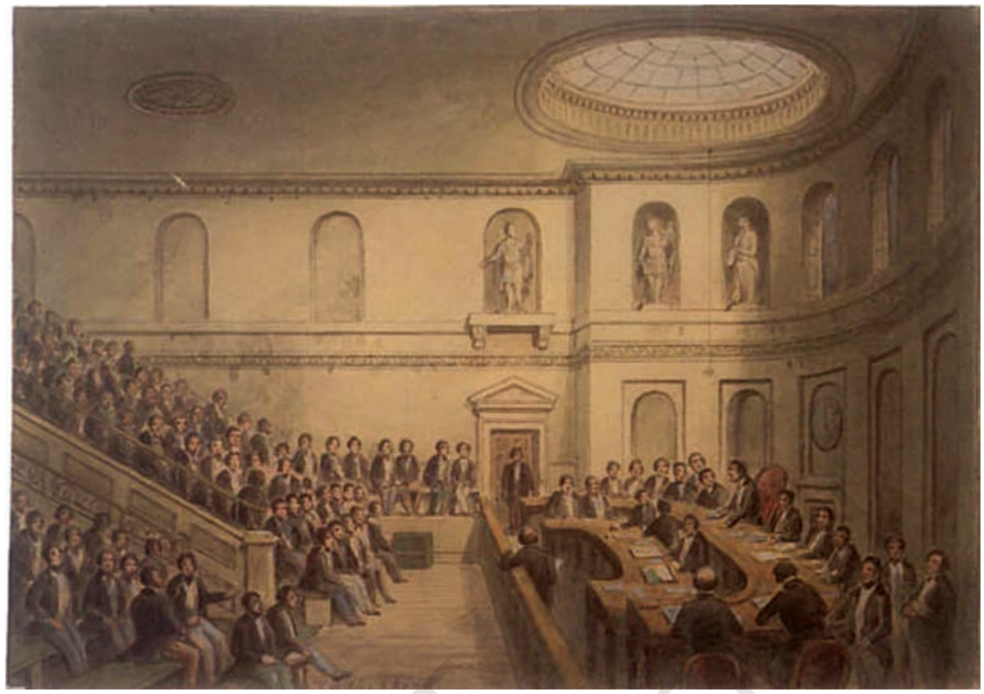

شکل 5 – جنرل کورٹ روم، ایسٹ انڈیا هاؤس ، لیدن ہال اسٹریٹ کی تصویر
ایسٹ انڈیا کمپنی کے مالکان کی تنظیم لیدن ہال اسٹریٹ، لندن میں واقع اسی کورٹ روم میں اپنی میٹنگیں منعقد کرتی تھی۔ یہ ایک میٹنگ کی تصویر ہے۔

مراعات اور دوسرے فوائد کے حصول میں مدد دے سکے۔ اس لیے اس نے سراج الدولہ کے ایک مخالف کو حکمراں بنانے کی سازش کی لیکن اس میں اسے کامیابی نہیں ملی۔ ناراض ہوکر سراج الدولہ نے کمپنی کو حکومت کی مقامی سیاست سے باز رہنے، قلعہ بندیوں کو ختم کرنے اور محاصل ادا کرنے کا حکم دیا۔ مصالحت کی ناکامی کے بعد سراج الدولہ نے تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ قاسم بازار کی فیکٹری پر قبضہ کرلیا۔ اس کے کارندے قید کر لیے گئے۔ انگریزوں کو غیر مسلح کر دیا اور انگریزی جہازوں کی راہ مسدود کردی۔ اس کے بعد اس نے کلکتہ کی طرف کوچ کیا تا کہ وہاں کمپنی کے قلعے پر قبضہ کرلے۔

ماخذ 1

دولت کا وعدہ

انگلینڈ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی اور نوآبادکاری کے عزائم کو شک وشبہ اور عدم اعتماد کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ پلاسی کی جنگ کے بعد رابرٹ کلائیو نے جنوری 1759 میں کلکتہ سے ولیم پٹ کو جو شاہ انگلستان کے پرنسپل سکریٹریوں میں سے تھا یہ خط لکھا۔

''اگرچہ کسی تجارتی کمپنی کے لیے اقتدار اعلیٰ کا حصول ایک بڑی بات سمجھی جائے گی لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے کہ................ان مال دار حکومتوں پر مکمل قبضہ حاصل کرنے میں بہت کم یا بالکل دقت پیش نہیں آئے گی۔
...........میں یہ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ دو ملین اسٹرلنگ (بیس لاکھ پونڈ) سالانہ کی آمدنی اور تین صوبوں کی حکومتیں..................کیا لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنیں گے؟................''

2019-20

جب کلکتہ پر قبضہ کی خبر مدراس پہنچی تو وہاں کے ذمہ داروں نے رابرٹ کلائیو کی سرکردگی میں جنگی بحری بیڑے کے ساتھ ایک فوج روانہ کی۔ نواب کے ساتھ طویل گفت و شنید ہوئی اور بالآخر 1757 میں پلاسی کے میدان میں لارڈ کلائیو نے سراج الدولہ کے خلاف اپنی افواج جمع کرلیں۔ اس جنگ میں سراج الدولہ کی شکست کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ کلائیو نے اس کے ایک سپہ سالار میر جعفر کو نواب بنانے کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس لیے میر جعفر نے جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

پلاسی کی جنگ کی شہرت اس لیے ہوئی کہ اس میں انگریزوں نے ہندوستان میں پہلی بڑی فتح حاصل کی۔

پلاسی کی شکست کے بعد سراج الدولہ کو قتل کر دیا گیا اور میر جعفر کو نواب بنا دیا گیا۔ کمپنی ابھی تک انتظامیہ کو اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہش مند نہیں تھی۔ اس کا اصل مقصد تجارت کو وسیع کرنا تھا۔ اگر یہ مقصد ملک گیری کے بغیر مقامی حکمرانوں کے تعاون سے حاصل ہوسکتا تھا تو براہ راست سرحدوں اور علاقوں کی فتح ضروری نہیں تھی۔

جلد ہی کمپنی نے محسوس کرلیا کہ یہ کام قدرے مشکل ہے کیوں کہ کٹھ پتلی نواب بھی کمپنی کی خواہشات کو جیسا کہ وہ چاہتی تھی پورا کرنے سے قاصر تھے۔ اب اسے تو رعایا کے سامنے اپنی عزت باقی رکھنے کے لیے اقتدار کی نمائش کرنا ضروری ہوگیا تھا۔

پھر کمپنی کیا کرسکتی تھی؟ جب میر جعفر نے احتجاج کیا تو کمپنی نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ میر قاسم کو بٹھا دیا۔ جب میر قاسم نے شکایت کی تو اسے 1764 میں بکسر کے مقام پر شکست دے کر بنگال سے باہر نکال دیا اور میر جعفر کو پھر گدّی پر بٹھا دیا۔ نواب کو پانچ لاکھ روپیہ ماہانہ کمپنی کو ادا کرنا تھا لیکن کمپنی جنگ کے اخراجات اور تجارتی ضروریات کے لیے مزید رقم کی خواہش مند تھی۔ اسے اپنی سرحدوں اور آمدنی میں اضافہ کرنا بھی مقصود تھا۔ 1765 میں میر جعفر کے انتقال کے بعد کمپنی کی نیت بدل گئی اور کٹھ پتلی نوابوں کو اپنے حسب مقصد نہ پاتے ہوئے کلائیو نے اعلان کر دیا کہ ''اب ہمیں خود ہی نواب بننا پڑے گا۔''

آخر کار 1765 میں مغل شہنشاہ نے کمپنی کو صوبہ بنگال کا دیوان مقرر کر دیا۔ یہ دیوانی کمپنی کو اجازت دیتی تھی کہ وہ بنگال کے عظیم وسائل کو اپنے استعمال میں لائے۔ اس سے

ماخذ 2

نواب کی شکایت

1733 میں انگریز تاجروں کے بارے میں بنگال کے نواب نے یہ کہا:

''جب یہ ملک میں پہلی بار آئے تو انھوں نے اس وقت کی حکومت سے عاجزانہ درخواست کی کہ ہمیں زمین کا ایک قطعہ قیمتاً دیا جائے تاکہ ہم یہاں ایک فیکٹری قائم کر سکیں۔ یہ درخواست آسانی سے منظور ہوگئی لیکن انھوں نے فوراً ہی ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرلیا جس کے گرد خندق تھی اور آمد و رفت کا راستہ دریا کی طرف سے تھا۔ فصیل پر انھوں نے بہت بڑی تعداد میں توپیں چڑھا دیں۔ انھوں نے بہت سے تاجروں اور دوسروں کو یہاں پناہ لینے پر آمادہ کیا اور ان سے خراج وصول کرنے لگے جس کی مالیت ایک لاکھ روپے تک پہنچتی تھی۔ انھوں نے بادشاہ کی رعایا میں سے کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو غلام بنا کر اپنے ملک کو بھیجا۔''

© NCERT not to be republished

کمپنی کا مسئلہ حل ہو گیا جس میں پہلے وہ اپنے کو گھرا ہوا پاتی تھی۔ اٹھارھویں صدی کی ابتدا ہی سے ہندوستان میں اس کی تجارت بہت بڑھ چکی تھی لیکن اسے اپنی بہت سی ضروریات انگلستان سے درآمد کیے جانے والے سونے اور چاندی کے عوض خریدنی پڑتی تھیں۔ ایسا اس لیے تھا کہ برطانیہ کے پاس اس وقت ہندوستان میں فروخت کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ برطانیہ سے سونے کی آمد جنگ پلاسی کے بعد کم اور دیوانی کے حاصل ہونے کے بعد بالکل بند ہو گئی۔ کمپنی کو اب ہندوستان ہی کے محاصل سے اپنے تمام اخراجات پورے کرنے تھے۔ ان محاصل سے کپاس اور ریشم کی خریداری، کمپنی کے فوجوں کے اخراجات اور قلعوں اور دفاتر کی تعمیر کا کام لیا جاتا تھا۔

کمپنی کے اہل کاران ''نواب'' بن گئے

نواب بن جانے کا کیا مطلب تھا؟ اس کا مطلب تھا کہ کمپنی کو زیادہ قوت اور اقتدار حاصل ہو گیا لیکن عملاً اس کا مطلب کچھ اور بھی تھا۔ یعنی اب کمپنی کا ہر ملازم خود کو نواب سمجھنے لگا تھا۔

پلاسی کی جنگ کے بعد بنگال کے اصل نواب کمپنی کے اہل کاروں کو اپنی زمینیں اور رقمیں تحفتاً دینے پر مجبور ہو گئے۔ رابرٹ کلائیو نے خود ڈھیروں مال جمع کیا۔ وہ 1743 میں اٹھارہ سال کی عمر میں انگلستان سے مدراس (موجودہ چنئی) آیا تھا اور جب 1768 میں ہندوستان سے واپس گیا تو اس کی ذاتی دولت کی مالیت چار لاکھ ایک ہزار ایک سو دو پونڈ (£4,01,102) تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جب 1764 میں اسے بنگال کا گورنر بنایا گیا تھا تو اسے یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ کمپنی کی انتظامیہ سے رشوت کا خاتمہ کرے لیکن پارلیمنٹ نے اس کی کثیر دولت پر مشتبہ ہو کر 1772 میں اسی کے خلاف رشوت کا مقدمہ چلایا۔ اگرچہ اس مقدمے میں بری کر دیا گیا لیکن اس نے 1774 میں خودکشی کر لی۔

لیکن کمپنی کے سبھی ملازمین دولت اکٹھا کرنے میں کلائیو کی طرح خوش نصیب نہیں تھے۔ ان میں سے بہت سے جلد ہی موت کے آغوش میں پہنچ گئے۔ بعض بیماریوں کی وجہ سے اور بعض جنگوں میں۔ اس لیے ان سبھوں کو بے ایمان اور رشوت خور سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔ ان میں اکثر معزز گھرانوں سے آئے تھے اور ان کی انتہائی خواہش یہاں زیادہ دولت اکٹھا کر کے انگلینڈ واپس ہونے کے بعد ایک آرام دہ زندگی گزارنے کی تھی۔ جو لوگ کثیر دولت

ماخذ 3

کلائیو کا اپنے بارے میں کیا خیال تھا؟

پارلیمنٹ کی کمیٹی کے سامنے اپنے مقدمے کی سماعت کے دوران کلائیو نے پلاسی کی جنگ کے بعد اپنے قابلِ فخر ضبط کا اعلان کرتے ہوئے یہ بیان دیا:

''ذرا اس وقت کے حالات کا تصور کیجیے جو پلاسی کی فتح کے بعد میرے سامنے پیش آئے۔ ایک عظیم شہزادہ میری خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور تھا؛ ایک خوشحال شہر میرے قدموں تلے تھا؛ اس کے مالدارترین ساہوکار میرے ایک پرالتفات تبسم کی امیدواری میں ایک دوسرے کے مقابل تھے، میں ایسے خزانوں کے درمیان سے گزر رہا تھا جو صرف میرے لیے تھے، ایک طرف سونا اور دوسری طرف جواہرات تھے! مسٹر چیر مین! ایسے نازک وقت میں اپنی ایمان داری پر میں خود حیران ہوں۔''

سرگرمی

خود کو کمپنی کا ایسا نوجوان افسر تصور کیجیے جو چند مہینے پہلے ہی انگلینڈ سے ہندوستان آیا ہے۔ اپنے گھر والوں کو ایک خط لکھیے جس میں یہاں کی خوش حال زندگی کا برطانیہ کی غریبی زندگی سے مقابلہ کا ذکر ہو۔

© NCERT not to be republished

کے ساتھ واپس ہونے میں کامیاب ہو گئے انھوں نے پُرتعیش زندگی گزارنے کے علاوہ دولت کی نمائش بھی کی۔انھیں ''نباب'' کہا جانے لگا جو ہندوستانی لفظ نواب کا انگریزی تلفظ ہے۔انگلینڈ کی سوسائٹی میں ان کی کوئی عزت نہیں تھی۔انھیں دولت کی نمائش کرنے والا سمجھا جاتا تھا جو اونچی سوسائٹی میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ڈراموں اور کارٹونوں میں ان کا مذاق بھی اڑایا جاتا تھا۔

شکل 6- اودھ کے نواب شجاع الدولہ اپنے بیٹوں اور برطانوی ریزیڈنٹ کے ساتھ۔مصور ٹِلّی کیٹل (1772)۔

بکسر کی جنگ کے بعد معاہدے نے نواب شجاع الدولہ کے اختیارات میں بھاری کمی کر دی۔اگرچہ وہ بظاہر اس تصویر میں شاہی شان وشوکت کے ساتھ ریزیڈنٹ سے برتر نظر آرہا ہے۔

کمپنی کی عمل داری بڑھتی ہے

اگر ہم 1757 اور 1857 کے درمیان ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے ہندوستانی ریاستوں کے الحاق کا تجزیہ کریں تو چند بنیادی باتیں سامنے آتی ہیں۔کمپنی نے کسی نامعلوم سرحد کا الحاق کرنے کے لیے بہت ہی کم فوجی طاقت استعمال کی۔اس کے بجائے اس نے ہندوستانی مملکتوں پر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے اثرات بڑھانے کے لیے مختلف سیاسی اور معاشی ہتھکنڈوں کو استعمال کیا۔

1764 میں بکسر کی جنگ کے بعد کمپنی نے ریاستوں میں اپنے نمائندے (ریزیڈینٹس) مقرر کرنے شروع کر دیے۔یہ سیاسی یا معاشی ایجنٹ ہوا کرتے تھے جن کا کام کمپنی کے مفادات کی حفاظت کرنا تھا۔ان نمائندوں کے ذریعے کمپنی نے ہندوستانی ریاستوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت شروع کر دی۔وہ اس بات کا فیصلہ کرنے لگے کہ کون تخت کا وارث ہوگا اور کون انتظامی عہدوں پر فائض ہوگا؟ بعض اوقات کمپنی ریاستوں کو عہد معاونت (سبسیڈیری الائنس) قبول کرنے پر مجبور کرتی تھی۔اس معاہدہ کے تحت ہندوستانی حکمرانوں کا آزادانہ فوج رکھنے کا حق سلب ہو جاتا تھا۔ان کی حفاظت کمپنی کی ذمہ داری تھی لیکن انھیں ان معاون افواج کا خرچ، جو تحفظ کے مفروضے کے تحت کمپنی کی ذمہ داری تھی، ادا کرنا پڑتا تھا۔اگر ہندوستانی حکمراں یہ ادائیگی نہیں کر پاتے تھے تو ان کی سلطنت کا کچھ حصہ بطور جرمانہ ضبط کر لیا جاتا تھا۔مثال کے طور پر رچرڈ ویلزلی جب گورنر جنرل (1805-1758) تھا تو اعانتی فوج کے اخراجات کے لیے نواب اودھ کو 1801 میں اپنی آدھی سلطنت سے ہاتھ دھونا پڑا، نظام حیدرآباد کو بھی اسی بنیاد پر اپنا علاقہ مجبوراً انگریزوں کے حوالے کرنا پڑا تھا۔

شکل 7– ٹیپو سلطان

© NCERT not to be republished

ماخذ 4

ریزیڈنٹ کے اختیارات کیا تھے؟

اسکاٹ لینڈ کے مشہور ماہر معاشیات اور سیاسی مفکر جیمز مل نے کمپنی کے مقرر کردہ نمائندوں کے اختیارات کے بارے میں یہ لکھا ہے۔

''جس کو ہم ریزیڈنٹ مقرر کرتے ہیں وہ عدم مداخلت کے لیے حکم امتناعی نافذ کرنے کے معاملے میں صحیح معنوں میں ملک کا بادشاہ ہوتا ہے۔ جب تک شہزادگان پوری اطاعت اور فرماں برداری بجالاتے ہیں اور ریزیڈنٹ کی مرضی کے مطابق یعنی حکومت برطانیہ کے لیے قابل قبول طریقہ اختیار کرتے ہیں، کوشش کی جاتی ہے کہ ریزیڈنٹ ان کے انتظامی معاملات میں مداخلت نہ کرے، لیکن جیسے ہی شہزادہ اس کے خلاف کوئی عمل کرتا ہے اور جسے انگریزی حکومت غلط سمجھتی ہے فوراً ہی تصادم کا آغاز ہوجاتا ہے اور خلفشار پھیل جاتا ہے۔''

جیمز مل (1832)

ٹیپو سلطان — ''شیر میسور''

سیاسی یا معاشی مفادات کو جہاں بھی خطرہ لاحق ہوتا تھا کمپنی فوراً وہاں فوجی کارروائی کا آغاز کر دیتی تھی۔ اس کا نمونہ ہم جنوبی ہندوستان کی ریاست میسور میں دیکھتے ہیں۔

میسور، حیدر علی (حکومت 1761 تا 1782) اور اس کے نامور بیٹے ٹیپو سلطان (حکومت 1782 تا 1799) کی قیادت میں ایک زبردست قوت بن کر ابھرا۔ میسور کا مالابار کے ساحل پر مکمل قبضہ تھا جہاں سے انگریز گرم مصالحہ (الائچی اور کالی مرچ) کی خریداری

شکل 8 – کارنوالس، ٹیپو سلطان کے بیٹوں کو یرغمال بناتے ہوئے۔ (مصور ڈینیل آرمی، 1793) کمپنی کی فوجیں کئی میدانوں میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان سے شکست کھا چکی تھیں لیکن 1792 میں مرہٹوں، نظام اور انگریزوں کی متحدہ افواج کے مقابلہ میں ٹیپو سلطان کو ایک معاہدہ کے تحت اپنے دو بیٹوں کو انگریزوں کے پاس یرغمال رکھنا پڑا۔ برطانوی مصور ہمیشہ انگریزوں کی کامیابیوں کی تصویریں بنا کر خوشی محسوس کیا کرتے تھے۔

کرتے تھے۔ 1785 میں ٹیپو سلطان نے اپنی بندرگاہوں سے صندل، الائچی اور کالی مرچ کی برآمد پر پابندی عائد کردی اور اپنی حدود مملکت میں تاجروں کو کمپنی سے کاروبار کرنا ممنوع قرار دے دیا۔ اس نے فرانسیسیوں سے تعلقات استوار کیے اور ان کی مدد سے اپنی فوجوں کو نئے طریقے سے مستحکم کیا۔

ٹیپو سلطان کے اس فیصلے سے برطانوی آپے سے باہر ہو گئے۔ انھوں نے حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو حوصلہ مند، مغرور اور خطرناک سمجھتے ہوئے ان پر قابو پانا اور انھیں کچل دینا ضروری سمجھا۔ میسور سے 1767 تا 1769، 1780 تا 1784، 1790 تا 1792 اور 1799 میں چار جنگیں لڑی گئیں۔ ان میں سے آخری جنگ میں جو سرنگا پٹنم میں لڑی گئی، ٹیپو سلطان اپنی حکومت کا دفاع کرنے کے بعد مارا گیا۔ انگریز فتح یاب ہوئے اور میسور کو وہاں کے سابق حکمراں خاندان ''وڈیار'' کے حوالے کر کے ان پر ''عہد معاونت'' (Subsidiary Alliance) نافذ کر دیا گیا۔

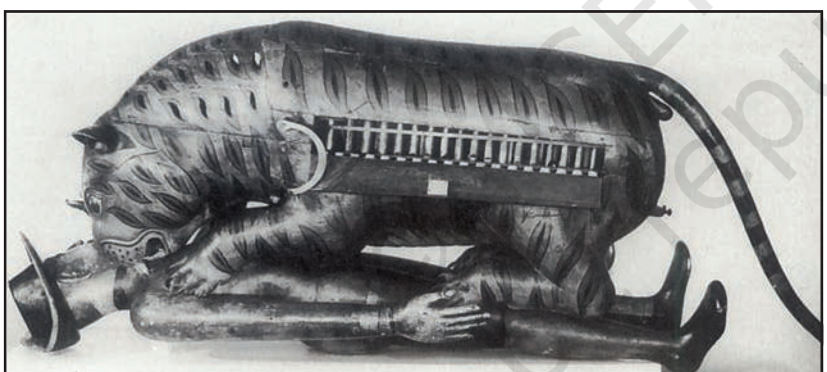

شکل 9- ٹیپو کا کھلونا شیر

یہ ٹیپو کے ایک بڑے مشینی شیر کی تصویر ہے۔ اس میں آپ شیر کو ایک انگریز کو بھنبھوڑتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ جب اس کا ہینڈل گھمایا جاتا ہے تو شیر دہاڑتا اور انگریز چیختا تھا۔ یہ کھلونا شیر اب وکٹوریہ اینڈ البرٹ میوزیم میں ہے۔ سرنگا پٹنم کا دفاع کرتے ہوئے 4 مئی 1799 کو ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد یہ کھلونا انگریزوں کے ہاتھ آیا۔

ٹیپو کا فسانۂ شجاعت

عوام کی عقیدت کی بنا پر بادشاہ اکثر اپنے افسانوی کردار اور شجاعت کے لیے مشہور ہو جاتے ہیں۔ یہ سلطان ٹیپو کا فسانۂ شجاعت ہے جو 1782 میں میسور کا حکمراں بنا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک فرانسیسی دوست کے ساتھ جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔ وہاں اس کا ایک شیر سے سامنا ہو گیا۔ اس کی بندوق نے اس وقت ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور خنجر بھی زمین پر گر گیا۔ اس نے کسی اسلحہ کے بغیر شیر سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے خنجر پر قبضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس مقابلے میں اس کی فتح ہوئی اور شیر مارا گیا۔ اس کے بعد اس کی شہرت ''شیر میسور'' کے نام سے ہوئی۔ اس کے پرچم کی علامت بھی ''شیر'' تھا۔

مراٹھوں سے جنگ

اٹھارھویں صدی کی ابتدا ہی سے کمپنی نے مراٹھوں کی قوت کو کچلنے اور انھیں تباہ کرنے کی کمر باندھی تھی۔ 1761 میں پانی پت کی تیسری جنگ میں شکست کھانے کے بعد مراٹھوں کا دہلی

not to be republished

سرگرمی

تصور کیجیے کہ آپ کے پاس سرنگاپٹنم کی جنگ اور ٹیپو سلطان کی شہادت کے واقعات پر مبنی دو طرح کے اخبارات ہیں۔ ایک برطانیہ اور دوسرا میسور کا۔ آپ دونوں اخبارات کی سرخیاں لگائیے۔

پر حکومت کا خواب چکنا چور ہو گیا۔ وہ چار سلطنتوں میں بٹ گئے جن پر چار خاندانوں سندھیا (گوالیر)، ہولکر (اندور)، گائیکواڑ (بڑودہ) اور بھونسلے (ناگپور) کی حکومت تھی۔ یہ تمام ایک وفاق (Confederacy) کے تحت جمع ہو گئے۔ ان کا وفاقی امیر وزیر اعظم یا پیشوا تھا جس کا مرکز پونا میں تھا۔ پیشوا تمام حکومتوں کے انتظامی اور فوجی امور کا نگراں ہوتا تھا۔ مہاد جی سندھیا اور نانا پھڑنس (پھڑنویس) اٹھارھویں صدی کے دو بڑے جنگجو اور سیاسی مدبّر تھے۔

مراٹھوں سے مسلسل جنگ کر کے انھیں مغلوب کر لیا گیا۔ پہلی جنگ میں، جس کا اختتام 1782 میں ''سالبائی معاہدہ'' کی شکل میں ہوا، کوئی فریق فاتح نہیں تھا۔ مراٹھوں اور انگریزوں کی دوسری جنگ (1803 تا 1805) مختلف محاذوں پر ہوئی جس میں اڑیسہ اور دریائے جمنا کے شمالی علاقوں بشمول آگرہ اور دہلی پر انگریزوں کو اقتدار حاصل ہو گیا۔ بالآخر 1817 تا 1819 میں لڑی گئی تیسری مراٹھا—انگریز جنگ میں مراٹھوں کو بالکل کچل دیا گیا۔ پیشوا کو جلا وطن کر کے کانپور کے قریب بٹھور میں نظر بند کر دیا گیا اور اس کی پینشن مقرر کر دی گئی۔ اس طرح کمپنی کو وندھیا چل کے جنوبی علاقوں پر مکمل اختیار حاصل ہو گیا۔

بالادستی کا حق

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انیسویں صدی کی ابتدا ہی سے انگریز حدودِ مملکت کی توسیع کے لیے جارحیت کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ گورنر جنرل لارڈ ہیسٹنگز (1813 تا 1823) نے اپنے عہد میں ایک نئی پالیسی کا اعلان کیا جس کو ''بالا دستی کا حق (Policy of Paramountcy)'' کا نام دیا گیا۔ اس کے تحت کمپنی نے یہ حق جتایا کہ اس کا اختیار سب سے اعلیٰ ہے۔ اس لیے اس کی طاقت تمام ریاستوں سے بالاتر ہے۔ اس حق کے تحفظ کے لیے کمپنی کو اس بات کا حق ہوگا کہ ہندوستانی حکومتوں کو اپنے اختیارات کے تحت ضم کر لے یا ایسا کرنے کی دھمکی دے۔ برتری کا یہ خیال بعد میں برطانوی پالیسیوں کا رہنما اصول بن گیا۔

یہ طریق کار بہرحال ایسا نہیں تھا کہ جسے کوئی چیلنج نہ کرتا۔ جب انگریزوں نے کتّور (جواب کرناٹک میں ہے) کی چھوٹی سی ریاست کو ختم کرنا چاہا تو وہاں کی رانی چنّما نے ہتھیار اٹھا لیے اور انگریز مخالف تحریک کی قیادت کی۔ اسے 1824 میں گرفتار کر لیا گیا اور 1829 میں قید میں ہی اس کی موت ہو گئی۔ لیکن کتّور میں سانگولی کے ایک غریب چوکیدار

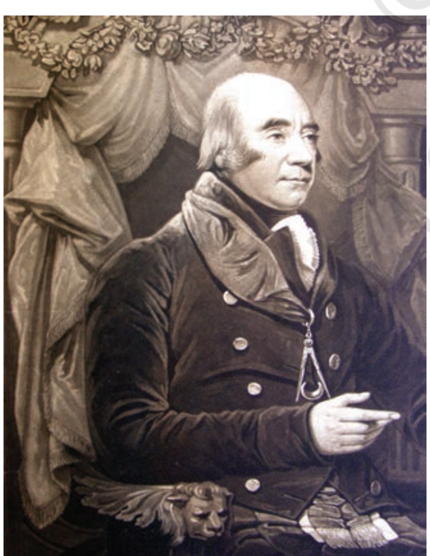

شکل 10– لارڈ ہیسٹنگز

نے جس کا نام رایناّ تھا تحریک مزاحمت جاری رکھی۔ عوامی تعاون سے اس نے بہت سے برطانوی کیمپ اور ان کی دستاویزات کو تباہ کر دیا۔ انگریزوں نے 1830 میں اسے گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ بعد میں مقابلہ آرائی کی دوسری کئی تحریکوں کے بارے میں آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

1830 کے اواخر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو روس کے بارے میں تشویش ہوئی۔ اس کو خیال ہوا کہ ایشیا کے وسطی حصے کو پار کر کے روس شمال مغربی سرحد سے ہندوستان میں داخل نہ ہو جائے اور اس علاقے میں ہمارا اقتدار ختم نہ ہو، اس خیال سے انھوں نے 1838 سے 1842 تک افغانستان سے ایک طویل جنگ کی اور وہاں اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ 1843 میں سندھ پر کمپنی کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد پنجاب کی باری تھی لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وجہ سے کمپنی کو انتظار کرنا پڑا۔ 1839 میں مہاراجہ کی وفات کے بعد سکھوں سے دو جنگیں لڑی گئیں۔ بالآخر 1849 میں پنجاب کا بھی الحاق کر لیا گیا۔

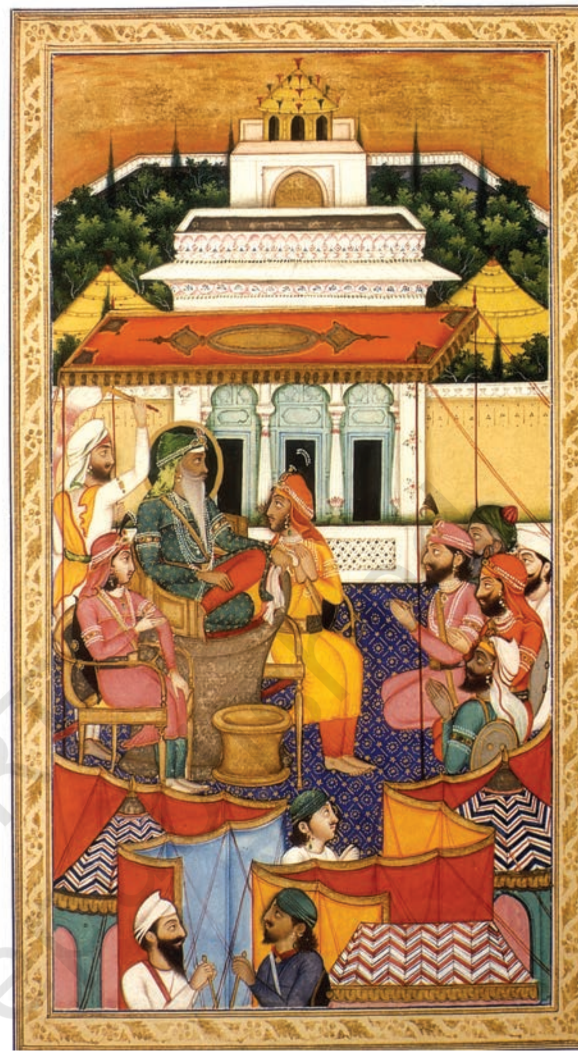

شکل 11- مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دربار

محرومی کا اصول

ریاستوں کے الحاق کا عمل گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی (1848 تا 1856) کے دور میں تمام ہوا۔ اس نے ایک نئے اصول کا اعلان کیا جسے محرومی کا اصول (Doctrine of Lapse) کہا جاتا ہے جس کی رو سے اگر کسی ریاست میں وارث کی حیثیت سے اولادِ نرینہ نہ ہو تو اس کی ریاستی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں وہ کمپنی کے حدودِ مملکت میں شامل کر لی جائے گی۔ اس سادہ اصول کے تحت

سرگرمی

تصور کیجیے کہ آپ کسی نواب کے بھتیجے ہیں اور کسی دن بادشاہ بننے والے ہیں۔ اچانک آپ کو علم ہوتا ہے کہ انگریزوں کے نئے محرومی کے اصول کے تحت آپ کو بادشاہ بننے سے روک دیا گیا ہے۔ اب آپ کے احساسات کیا ہوں گے؟ آپ تاج حاصل کرنے کے لیے کون سی کوششیں عمل میں لائیں گے۔

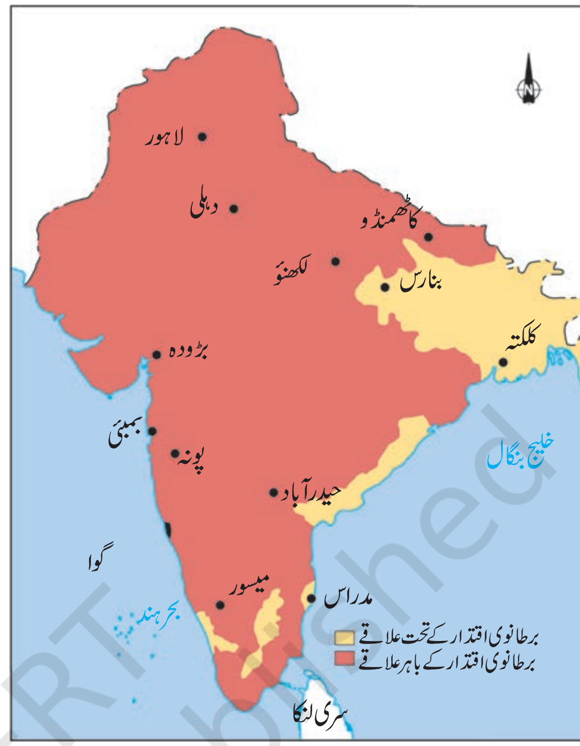

شکل a 11 ہندوستان، 1797

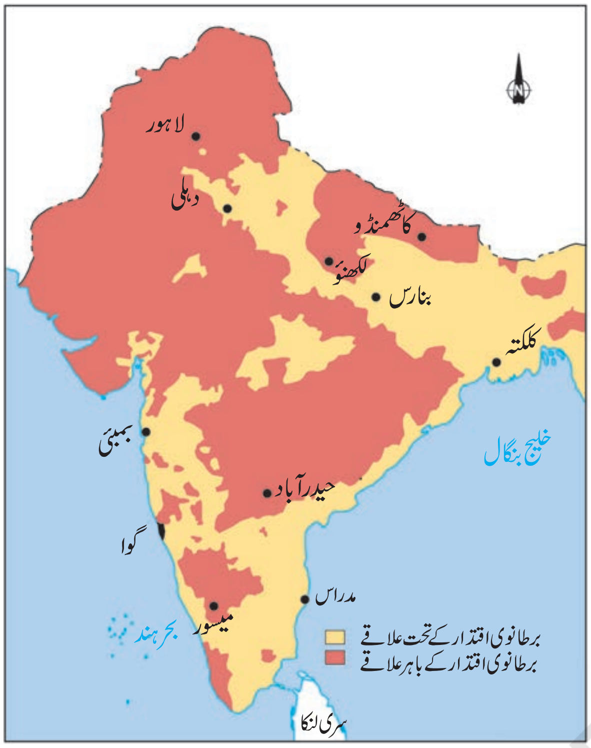

شکل b 11 ہندوستان، 1840

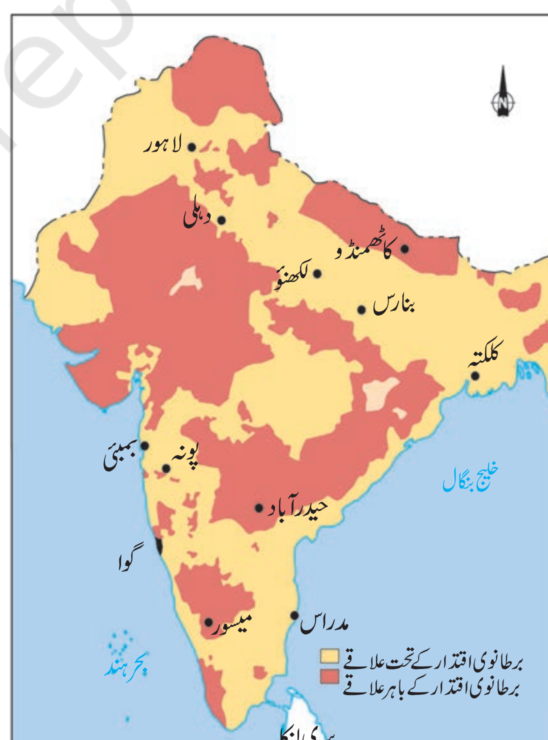

شکل c 11 ہندوستان، 1857

شکل 11 a،b،c-ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی تدریجی توسیع

ان نقشوں کو دیکھیے اور آج کے ہندوستان کے سیاسی نقشے پر نظر ڈالیے۔مندرجہ بالا ہر نقشے میں ہندوستان کے ان مقامات پر غور کیجیے جن پر انگریزوں کی حکومت نہیں تھی۔

© NCERT not to be republished

یکے بعد دیگرے 1848 میں ستارا، 1850 میں سمبل پور، 1852 میں اودے پور، 1853 میں ناگپور اور 1854 میں جھانسی کی ریاستیں بحق کمپنی ضبط ہوگئیں۔

بالآخر 1856 میں کمپنی نے اودھ کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس کے لیے انھوں نے مزید دلیل یہ دی کہ نواب کی بدانتظامی سے لوگوں کو نجات دلانے کے لیے کمپنی کے اوپر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس پر قبضہ کرلے۔ نواب کے اس شرمناک طریقے سے دست بردار کیے جانے کی وجہ سے اودھ کے عوام مشتعل ہوا ٹھے۔ ان کا اشتعال 1857 میں ایک باغیانہ تحریک کی شکل میں پھوٹ پڑا۔

قاضی – جج

مفتی – مسلم قانون داں جس کے فتووں کو قاضی روبہ عمل لاتا ہے۔

مواخذہ – برطانوی دارالعوام میں ثابت شدہ غیر اخلاقی الزامات کی بنیاد پر دارالامرا میں کسی ملزم کے خلاف مقدمہ

نئے انتظامیہ کی تشکیل

وارن ہیسٹنگز جو 1773 سے 1785 تک گورنر جنرل رہا، ہندوستان میں کمپنی کی طاقت میں اضافہ کرنے والوں میں سے ایک اہم فرد تھا۔ اس کے زمانے میں کمپنی نے صرف

شکل 12 - وارن ہیسٹنگز کا مقدمہ۔ مصور: آر۔ جی پولارڈ، 1789

جب وارن ہیسٹنگز 1785 میں انگلینڈ واپس ہوا تو ایڈمنڈ برک نے اس پر ذاتی طور سے بنگال میں بدانتظامی کا الزام عائد کیا جس نے ایک مواخذے کی شکل اختیار کی اور جس کی کارروائی برطانوی پارلیمنٹ میں سات سال تک جاری رہی۔

بنگال ہی نہیں بلکہ مدراس اور بمبئی میں بھی اقتدار حاصل کیا۔ یہ برطانوی علاقے علاحدہ علاحدہ انتظامی اکائیوں میں پریسڈنسی کہلاتے تھے۔ تین پریسڈنسیاں بنگال، مدراس اور بمبئی تھیں جن کا منتظم اعلیٰ گورنر کہلاتا تھا۔ پوری انتظامیہ کا سربراہ گورنر جنرل ہوتا تھا جس کا مرکز کلکتہ تھا۔ وارن ہیسٹنگز پہلا گورنر جنرل تھا جس نے بہت سی انتظامی اصلاحات خاص طور پر عدلیہ میں رائج کیں۔

1772 سے ایک نیا عدالتی نظام رائج کیا گیا۔ ہر ضلع میں دو طرح کی عدالتیں ہوتی تھیں۔ ایک جرائم کے معاملات کے لیے تھی جسے ''فوجداری عدالت'' کہا جاتا تھا دوسری شہری معاملات کے لیے جسے ''دیوانی عدالت'' کہا جاتا تھا۔ دیوانی عدالتوں کی سربراہی ضلع کلکٹر کیا کرتے تھے جو یوروپی ہوا کرتے تھے۔ ان کی مدد کے لیے ہندوستانی قوانین کی ترجمانی پنڈت اور مولوی کرتے تھے۔ فوجداری عدالتیں ابھی تک **قاضی** اور **مفتی** کے ماتحت تھیں لیکن ان کی نگرانی بھی ضلعی کلکٹر کیا کرتے تھے۔

ایک مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ **دھرم شاستروں** کے مختلف طریق فکر پر مبنی مقامی قوانین کی ترجمانی برہمن پنڈت الگ الگ طریقوں سے کرتے تھے۔ ان میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے 1775 میں گیارہ پنڈتوں کو مامور کیا گیا کہ ہندو قوانین کا ایک مجموعہ تیار کریں۔ این۔ بی۔ ہالہڈ (N.B.Halhed) نے اس مجموعہ قوانین کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ 1778 میں مسلم قوانین کا بھی ایک مجموعہ یوروپی ججوں کی سہولت کی خاطر مرتب کیا گیا۔ 1773 کے ریگولیٹنگ ایکٹ کے تحت ایک نئی عدالت عالیہ قائم کی گئی جب کہ ایک عدالت مرافعہ (کورٹ آف اپیل) — صدر نظامت عدالت — بھی کلکتہ میں قائم کی گئی۔

ہندوستانی ضلع کا سب سے زیادہ بااختیار فرد کلکٹر ہوتا تھا۔ جیسا کہ اس نام سے ظاہر ہے اس کا کام مالیات اور ٹیکسوں کا جمع کرنا، اور ججوں نیز پولیس آفیسروں اور داروغہ کی امداد سے امن وامان قائم رکھنا تھا۔ اب اس کا دفتر — کلکٹریٹ — طاقت اور سرپرستیوں کا مرکز بن گیا جس نے پرانے اقتدار رکھنے والوں کی جگہ لی۔

کمپنی کی فوج

نوآبادیاتی حکومت ہندوستان میں نئے انتظامی اور اصلاحی خیالات لے کر آئی لیکن اس کی

ماخذ 5

''میں ایک عوام دشمن اور سبھوں کو کچلنے والے فرد کی سرزنش کرتا ہوں''

یہ ایڈمنڈ برک کی تقریر کا اقتباس ہے جو اس نے وارن ہیسٹنگز کے خلاف مواخذے کی ابتدا کرتے ہوئے کی تھی:

میں ہندوستانی عوام کے نام پر جن کے حقوق کو اس شخص نے پاؤں تلے کچلا اور جن کے ملک کو اس نے ریگستان میں تبدیل کر دیا۔ آخر میں فطرت انسانی اور مرد وزن کے نام پر ہر عمر، تمام عہدہ جات کے نام پر میں اس عوام دشمن اور سبھوں کو کچلنے والے کی سرزنش کرتا ہوں۔

دھرم شاستر – سنسکرت میں اخلاقیات پر مشتمل سماجی قوانین جنھیں 500 ق م اور اس کے بعد کے دور میں مدون کیا گیا۔

مسکٹ – وزنی بندوق جسے پیدل فوجی استعمال کرتے تھے۔

سوار – گھوڑسوار

میچ لاک – ابتدائی بندوق جس میں بارود بھر کر دیا سلائی دکھائی جاتی تھی۔ توڑے دار بندوق

© NCERT not to be republished

شکل 13– بنگال کا ایک فوجی سوار کمپنی کی ملازمت میں، مصور نا معلوم ہندوستانی، 1780
مراٹھوں اور میسور کی جنگوں کے بعد کمپنی نے سوار فوج کی اہمیت کو محسوس کیا۔

قوت کا دارومدار فوجی طاقت پر تھا۔ مغلوں کی فوج سواروں اور پیدل فوجیوں پر مشتمل تھی۔ انھیں تیراندازی اور تلوار چلانے کی مشق کرائی جاتی تھی۔ فوج میں سواروں کا غلبہ ہوتا تھا اور مغل ریاستیں بڑی تربیت یافتہ اور پیشہ ور پیدل فوج کی ضرورت محسوس نہیں کرتی تھیں۔ دیہاتوں میں کسان ہتھیار بند ہوتے تھے اور مقامی زمیندار مغلوں کو پیدل فوج کی فراہمی کیا کرتے تھے۔

اٹھارھویں صدی میں ایک تبدیلی یہ واقع ہوئی کہ اودھ اور بنارس کی ریاستوں نے فوج میں کسانوں کی بھرتی شروع کردی اور انھیں پیشہ ورانہ فوجی تربیت دینی شروع کردی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی یہی طریقہ اپنایا۔ اپنی فوج کے لیے بھرتی شروع کی جسے بعد میں سیپوئے آرمی (Sepoy army) یعنی سپاہیوں کی فوج کا نام دیا گیا۔

1820 سے جنگی طریقے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے کمپنی میں سوار فوجیوں کی ضرورت زوال پذیر ہوگئی۔ یہ اس لیے ہوا کہ اس وقت برطانیہ کی حکومت برما، افغانستان اور مصر میں مصروفِ جنگ تھی جہاں فوجی عام بندوقوں (Muskets) اور توڑے دار بندوقوں (Matchlocks) سے مسلح تھے۔ کمپنی کی فوجوں کو تبدیل ہوتی ہوئی فوجی ضرورتوں کا ساتھ دینا پڑا اور اس طرح پیدل فوجی دستوں نے اہمیت حاصل کرلی۔

انیسویں صدی کے آغاز میں برطانیہ نے یکساں فوجی طریقے اختیار کرنے کی ابتدا

کی۔ انھوں نے فوجیوں کی یوروپی طریق جنگ کی تربیت اور نظم وضبط میں اضافے کیے جس کی وجہ سے ان کی زندگیاں پہلے کے مقابلہ میں بہتر طور سے منظّم ہوگئیں۔ اکثر مسائل بھی پیدا ہوتے رہے کیوں کہ پیشہ ورانہ فوج کی اس تربیت میں ذات پات اور فرقہ وارانہ جذبات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ لیکن کیا لوگ آسانی سے ذات پات کے احساس اور فرقہ وارانہ جذبات کو چھوڑ سکتے تھے؟ کیا وہ اپنے کو صرف ایک سپاہی سمجھنے پر تیار ہو سکتے تھے جن کا اپنی برادری سے کوئی تعلق نہ ہو۔

فوجی سپاہی کیا محسوس کرتے تھے؟ اپنی زندگیوں اور تشخص کی تبدیلیوں پر ان کا ردعمل کیا ہورہا تھا۔ یعنی یہ کہ وہ کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ 1857 کا انقلاب سپاہیوں کی دنیا میں اس تبدیلی کی کچھ جھلک دکھاتا ہے۔ آپ اس بغاوت کے بارے میں پانچویں باب میں پڑھیں گے۔

ماحصل

اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی ایک تجارتی کمپنی سے تبدیل ہو کر ایک نو آبادیاتی طاقت میں تبدیل ہوگئی۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں دخانی قوت کی دریافت کے بعد اس میں اور تیزی آئی۔ اس وقت تک ہندوستان تک کے بحری سفر کے لیے چھ سے آٹھ مہینے درکار ہوتے تھے۔ دخانی انجنوں نے اس سفر کو مختصر کر کے تین ہفتوں میں سمیٹ دیا جس کی وجہ سے برطانویوں کو اپنے اہل خانہ کو ایک دور افتادہ ملک ہندوستان لانے میں سہولت ہوگئی۔

1857 تک برصغیر ہندوستان کی 63 فیصد زمین اور 78 فیصد عوام پر کمپنی کا براہ راست حاکمانہ اقتدار قائم ہوگیا۔ اس کا بالواسطہ اثر پورے ملک کی آبادی اور رقبے پر پڑا۔ اب ایسٹ انڈیا کمپنی عملاً پورے ہندوستان کی حاکم بن چکی تھی۔

2019-20

© NCERT not to be republished

کہیں اور

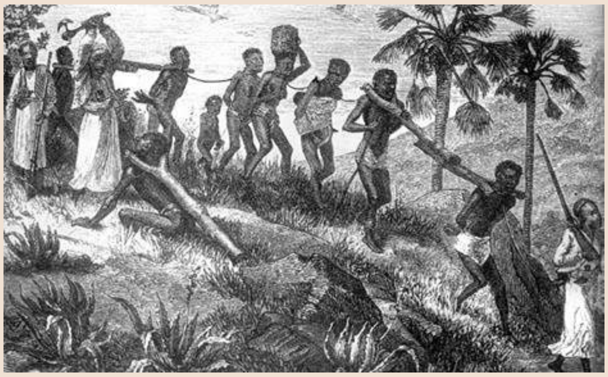

جنوبی افریقہ میں غلاموں کی تجارت

ہالینڈ کے تجارتی جہاز سترھویں صدی میں جنوبی افریقہ پہنچے۔ جلد ہی وہاں غلاموں کی تجارت شروع ہوگئی۔ لوگوں کو پکڑ کر زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا اور غلاموں کے بازار میں بیچ دیا جاتا تھا۔ 1834 میں جب غلامی کا خاتمہ ہوا تو جنوبی افریقہ کے کیپ (ٹاؤن) میں 36774 کی تعداد میں غلام لوگوں کے قبضے میں تھے۔

1824 میں کیپ (ٹاؤن) کی سیاحت کرنے والے ایک شخص نے غلاموں کی نیلامی کے بازار میں جو دلخراش منظر دیکھا اسی کی زبان سے سنیے:

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مویشیوں اور فارم کی ضروریات وغیرہ کا نیلام ہونے والا ہے........... ہم نے کچھ نئے بیل خریدنے کے لیے اپنی ویگن روکی۔ جانوروں کے ساتھ .... ایک عورت اور اس کے تین بچے تھے۔ کسانوں نے ان کا اس طرح معائنہ کیا گویا وہ بھی جانور ہوں۔ انھیں الگ الگ مختلف گاہکوں کو فروخت کیا گیا۔ آنسو، وحشت اور اذیت جو ماں کو تھی اس کی بچوں پر دلدوز نگاہیں اور غریب بچوں کی معصوم دردناک اور افسوسناک کیفیت جب کہ وہ اپنی جدا ہونے والی ماں سے چمٹے جا رہے تھے .... اس کے بالمقابل انسانی احساس سے عاری مسکراتے ہوئے ناظرین کے چہرے، افسوس!

نگل ورڈن کی تصنیف دی چین دیٹ بائنڈاس: اے ہسٹری آف سلیوری ایٹ دی کیپ، 1996 کا اقتباس

© NCERT not to be republished

دوہرائیے

1. جوڑیاں ملائیے

دیوانی	ٹیپو سلطان
شیر میسور	زمین کا لگان وصول کرنے کا حق
فوجداری عدالت	سیپوئے
رانی چنّما	کریمنل کورٹ
سپاہی	کتّور میں برطانیہ کے خلاف تحریک کی قیادت کی

2019-20

تصور کیجیے

آپ انگلینڈ میں اٹھارھویں صدی کے اواخر یا انیسویں صدی کے اوائل میں رہ رہے ہیں۔ برطانوی فتوحات کے افسانے سن کر آپ کا کیا ردِعمل ہوگا؟ خیال رہے کہ آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ اس وقت بہت سے اہل کاروں نے بے اندازہ دولت کے ذخیروں سے اپنا گھر بھرلیا تھا۔

2. خالی جگہ پر کیجیے:

(a) برطانوی فتوحات کی ابتدا بنگال میں........................ کی جنگ سے ہوئی۔
(b) حیدرعلی اور ٹیپو سلطان........................ کے حکمراں تھے۔
(c) ڈلہوزی نے اصول........................ نافذ کیا۔
(d) مراٹھا حکومتیں خصوصی طور سے ہندوستان........................ حصے میں واقع تھیں۔

3. بتایئے صحیح ہے یا غلط:

(a) مغل سلطنت اٹھارھویں صدی میں زیادہ طاقتور ہوگئی۔
(b) برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی واحد یوروپی کمپنی تھی جس نے ہندوستان سے تجارت کی۔
(c) مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب کا حکمراں تھا۔
(d) برطانیہ نے مفتوحہ علاقوں میں انتظامی اصلاحات نافذ نہیں کیں۔

گفتگو کیجیے

4. یوروپ کی تجارتی کمپنیوں میں کس چیز نے ہندوستان میں دلچسپی پیدا کی؟
5. بنگال کے نوابوں اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان کن مسائل پر اختلاف تھا؟
6. دیوانی کے حقوق نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو کیسے فائدہ پہنچایا؟
7. ''عہدِ معاونت'' کی تشریح کیجیے۔
8. ہندوستانی حکمرانوں اور کمپنی کے درمیان انتظامی امور میں کیا فرق تھا؟
9. کمپنی کی فوج کی تشکیل میں جو تبدیلیاں واقع ہوئیں انھیں بیان کیجیے۔

کرکے دیکھیے

10. برطانیہ کے بنگال کو فتح کرلینے کے بعد کلکتہ ایک چھوٹے سے گاؤں سے ترقی کرکے ایک بڑا شہر بن گیا۔ نوآبادیاتی دور میں یوروپین اور ہندوستانیوں کے طرزِ زندگی، تمدن اور تعمیرات کا حال معلوم کیجیے۔
11. مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک کے بارے میں تصویریں، قصے، نظمیں اور معلومات جمع کیجیے۔ جھانسی کی رانی، مہادجی سندھیا، حیدرعلی، مہاراجہ رنجیت سنگھ، لارڈ ڈلہوزی یا آپ کے علاقے میں اس زمانے کا کوئی حکمراں۔

© NCERT not to be republished